سیرت نگاری میں شاہ ولی اللہ کا منہج واسلوب

Methodology and Style of Shāh Walī Allah In Sīrah Writing

Samina Saadia
Assistant Professor
Sheikh Zayed Islmic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan:
samina.szic@pu.edu.pk

Abstract

Shāh Walī Allah was one of the most influential figure among the reformers who were born in the Indian subcontinent. None of his specific book on Sīrah but his famous work include Hujjah, Tafhīmat e Ilāhiyah, Hama'āt contain discussions about Sīrat un Nabī (SAWS). In Hujjah he specified a chapter on Sīrah consists of 6 pages. In this chapter he narrated almost all the events of Sīrah concisely keeping in view the historical and chronological order. An in-depth study of his writing reveals the fact that he adopted a philosophical way, while narrating the divine wisdom and reasoning behind the events of Sīrah. He deduced unique and distinctive points from the traditions of Sīrat un Nabī (SAWS).His Persian translation of "Nōr ul uyōn" name as "Surōr ul Makhzōn" is an important and valuable addition in the series of Sīrah books. His valuable work on Sīrah argues that Shāh Walī Allah was the prolific biographer of Sīrat un Nabī (SAWS).

Keywords: Shāh Walī Allah, Sīrah, Hujjah tul Bāligha, Surōr ul Makhzōn, Reformer.

برصغیر پاک وہند میں فنِ سیرت وعلومِ سیرت پر کام کا آغاز تقریبا دو صدیاں قبل ہوا ہے۔ علماءِ برصغیر نے سیرت النبی کے مختلف پہلوؤں کو جس اچھوتے انداز میں متعارف کروایا ہے اس کی نظیر تاریخ علومِ اسلامیہ میں نہیں ملتی۔ برصغیر کے سیرت نگاروں کی مساعی جلیلہ کا اعتراف دنیائے عرب کے بڑے بڑے لوگوں نے بھی کیا ہے۔ ان سیرت نگاروں میں سر فہرست شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کا شمار برّصغیر پاک وہند کے جلیل القدر علماء اور مفکرین میں ہوتا ہے۔ قرآن، حدیث، تفسیر، سیرت، فقہ، تصوف، تاریخ، علم الکلام غرض یہ کہ اسلامی علوم وفنون کے ہر موضوع سے متعلق آپ کی گرانقدر تصانیف نے امت اسلامیہ کی فکری اور عملی رہنمائی فرمائی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

" شاہ ولی اللہؒ نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت مبارکہ پر پوری امت کو جمع کیا جانا چاہیے۔ ملت مسلمہ کو تین چیزوں کی بنیاد پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید، حضور ﷺ کے ارشادات وحدیث اور آپ

کی سیرتِ مبارکہ۔ شاہ ولی اللہ نے ان تینوں میدانوں میں کام کیا۔ شاہ صاحب کے بعد برصغیر میں سیرت کا دور شروع ہوا جس میں برصغیر کے اہلِ علم نے پچھلی ساری کمی کو پورا کر دیا۔"[(1)]

شاہ ولی اللہ کی سیرت نگاری کے عمیق مطالعہ کے بعد یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ شاہ صاحب باقاعدہ سیرت نگار نہیں تھے اور نہ ہی سیرت پر ان کی کوئی مستقل تصنیف ہے۔ جہاں تک سیرت پر ان کے رسالہ سرور المخزون کا تعلق ہے تو وہ در حقیقت ابن سید الناس کی مختصر سیرت 'نور العیون فی سیرت الامین المامون' کا فارسی ترجمہ ہے۔ شاہ صاحب کے معاصرین اور متاخرین دونوں نے ہی سرور المخزون کو نور العیون کا ترجمہ گردانا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض علمائے کرام نے اسے نور العیون کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ معاصرین علماء میں سے ایک مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا سعید احمد پالن پوری کے مطابق سرور المخزون، نور العیون کا خلاصہ ہے۔

شاہ ولی اللہ کی متعدد تصانیف میں سیرت نبویہ سے متعلق مباحث موجود ہیں۔ فلسفہ عمرانیات، الٰہیات اور دیگر مباحث کے ضمن میں آپ نے سیرت النبی کے واقعات وحالات سے استناد کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے جو احکام شرعیہ کے اسرار ورموز اور حکمت دین کی تبیین وتوضیح میں اپنی مثال آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے آخر میں شاہ صاحب نے من ابواب شتّٰی (مختلف ابواب سے) کے عمومی عنوان کے تحت 'سیرۃ النبی' کا ایک خاص باب اپنے مخصوص انداز میں سپرد قلم کیا ہے۔ وہ کل چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ آغاز نسبِ نبوی سے ہوتا ہے اور اختتام وفات نبوی پر کیا ہے۔ مؤلف نے تقریباً تمام اہم وقائع سیرت کو تاریخی وزمانی ترتیب کی رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایجاز واختصار سے بیان کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغۃ، سرور المخزون اور دیگر تصانیف میں موجود سیرت نبویہ کے مباحث کے تجزیاتی مطالعہ کے بعد شاہ ولی اللہؒ کی سیرت نگاری کے منہج واسلوب کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

ایجاز، اختصار و جامعیت

حجۃ اللہ البالغۃ میں مؤلف نے سیرت النبی ﷺ پر جو باب قلمبند کیا ہے وہ نہایت مختصر مگر تمام اہم واقعاتِ سیرت کو سموئے ہوئے ہے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے نسب نامہ مبارک سے وفاتِ نبوی تک تمام واقعات کو جس طرح جامع انداز میں بیان کیا ہے وہ آپ کی بلاغتِ تحریر اور منفرد اسلوب بیان پر دالّ ہے۔ دو جملوں

---

[1] ۔ غازی محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۶۰۹۔
Ghāzī, Mehmōd Ahmed, Dr, Muhādarāt e Sīrat, Al Faisal Nāshrān wa Tajrān Kutub Lāhore, 2007, P.609.

میں آپ ﷺ کی عالی نسب ہونے کو بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ و فاضلہ اور شمائلِ نبویہ جیسے مہتم بالشان موضوعات کو ایک صفحے میں نہایت بلیغ انداز سے سمو دیا ہے۔ خلق نبوی اور شمائلِ نبوی پر آپ کا یہ جملہ جامعیت کی عکاسی کرتا ہے: "آپ ﷺ کے خَلق اور خُلق میں اعتدال تھا۔"[2]

ولادت سے بعثت تک کے واقعات میں بھی صرف وہی واقعات ذکر کیے ہیں جن کا تعلق معجزات اور آثار نبوت سے ہے۔ دیگر دنیوی امور سے متعلق واقعات مثلا تجارت اور تجارتی اسفار وغیرہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ مؤلف نے اختصار ہی کے پیشِ نظر صرف چار مقامات پر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ اعلانیہ دعوت کا حکم دینے سے متعلق آیاتِ مبارکہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ [3] اور وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ،[4] واقعہ غرانیق کے ضمن میں آیتِ مبارکہ وما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبي إلا إذا تمنى ألقى الشيطان في أمنيته [5] اور فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ[6] آیت مبارکہ بیان کی ہے۔ میثاقِ مدینہ اور اس کی اہم دفعات کے تذکرہ کے برعکس عبد اللہ بن سلام کے قبولِ اسلام کے واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس پر عبد اللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علمائے یہود میں خاموشی پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں سے صلح کر لی اور ان کے شر سے نجات مل گئی۔"[7]

ایجاز و اختصار کا یہی اسلوب تمام واقعاتِ سیرت میں موجود ہے۔

---

[2] ۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، مترجم: مولانا خلیل احمد، اسلامی اکادمی، لاہور، ١٩٨٤ء، ٢/٤٩٩۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, Trranslation: Maulāna Khalīl Ahmed, Islāmī Ikādmī, Lāhore, 1984, 499/2.

[3] ۔ الحجر، ١٥/٩٤۔

Al Qur’ān, 94:15.

[4] ۔ الشعراء، ٢٦/٢١٤۔

Al Qur’ān, 214/26.

[5] ۔ الحج، ٢٢/٥٢۔

Al Qur’ān, 52:22.

[6] ۔ الصف، ٩/٣٢۔

Al Qur’ān, 32/9.

[7] ۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ٢/٥٠٧۔

Shāh Walī Allāh, Hujjah tul Allāh ul Bālighah, 507:2.

ترتیب زمانی کی رعایت

تاریخی واقعات تاریخی و زمانی ترتیب کے متقاضی ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قدیم وجدید سیرت نگاروں نے تاریخی تسلسل کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیرت النبی کے واقعات کو سلسلہ انبیاء و رسل سے جوڑتے ہوئے اپنی تصانیف کاآغاز ابتدائے آفرینش سے کیاہے۔شاہ ولی اللہؒ کی سیرت نگاری کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ آپ نے بیان سیرت میں تاریخی ترتیب اور واقعاتی تنظیم کی پوری رعایت کی ہے۔آپ نبی اکرم ﷺ کے نسب مبارک کی عظمت کو سلسلہ انبیاء کرام سے یوں جوڑتے ہیں کہ سنت الٰہی یہی رہی ہے کہ تمام انبیاء کرام اعلی نسب و خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جس طرح اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو بہترین خاندان میں پیدا کیا۔[8]

یسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں: "رسول ﷺ کے نسب نامی اور تعارف گرامی کے بعد واقعاتِ سیرت کا سلسلہ ولادتِ نبوی سے قبل مبشراتِ پیش رویاں سے ہوتاہے۔اس کے بعد ولادت، رضاعت، تربیت کے سوانحِ ذاتی کا درجہ بدرجہ ذکرآتاہے۔بقیہ واقعاتِ عہدِ مکی جیسے سفر شام، تعمیر کعبہ، خلوت گزینیِ حراء، تحنث وغیرہ کاترتیب وار بیان ہے۔بعثتِ نبوی کے بعد کے واقعات بھی اسی تاریخی ترتیب سے آئے ہیں جیسے رؤیائے صالحہ سے آغازِ نبوت، نزول حق، حضرت خدیجہ وورقہ بن نوفل کی تصدیق و تسلی، مشاہدۂ ملائکہ، کیفیتِ نزولِ وحی، خفیہ دعوت وارشاد اور سابقین اسلام، اعلانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم اور اس کی تعمیل، تعصب و تعذیب قریش، بشارتِ فتحِ مسلم وانہزامِ کافر، ثبات قدمی امت، مقاطعہ بنی ھاشم و امت اسلامی، ہجرتِ حبشہ، وفاتِ خدیجہ وانتقالِ ابو طالب، نویدِ ہجرتِ نبوی، سفر طائف و ملاقات بنو کنانہ، مکہ واپسی و قیامِ نبوی، اسراء و معراج، قبائلِ عرب سے امداد و نصرت کا مطالبہ، انصار کا اتفاق اور بیعتِ عقبہ اولی وثانیہ، اشاعت اسلام در مدینہ اور حکمِ ہجرت مدینہ، ہجرتِ نبوی اور اس کے واقعات، مدینہ آمد اور اسلامِ حضرت عبداللہ بن سلام، تعمیرِ مسجدِ نبوی، تعلیم نماز و ارکانِ اسلام، ابتداء اذان، ہجرت کا مطالبہ اور یہود سے معاہدہ، اذن جہاد، غزوات و سرایائے نبوی، بدر، بنو نضیر اور بنو قینقاع، قتلِ کعب بن اشرف وابو رافع، غزوۂ احد، واقعہ رجیعہ، المیہ بئر معونہ، جنگ خندق و احزاب، محاصرہ بنو قریظہ، حضرت زینبؓ سے نکاح نبوی، بعض معجزات و

---

[8] ۔صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب فضل نسب النبیﷺوتسلیم الحجر علیه ،۲۲۷۶۔
Muslim bin Al Hajjāj, Sahīh Muslim, Kitāb ul Fazāil, Bab Fazal Nasb ul Nabī wa Taslīm al Hajar Alīhi, 2276.

آیات، غزوۂ بنو مصطلق، واقعہ کسوف، رؤیائے صادقہ اور صلح حدیبیہ، فتوحات خیبر، غزوہ ذات الرقاع، سلاطین و ملوک کو دعوتِ اسلام، سریہ مؤتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، رسول ﷺ پر جادو، ذوالخویصرہ کا واقعہ، فضائلِ ابو ھریرہ، معجزات وآیاتِ نبوی، آمدِ وفود، فتوحات مسلسل، نصب عمال و قضاۃ۔ غزوہ تبوک اور اس کے واقعات، دین کا استحکام و نزولِ سورت برأت، تنسیخِ معاہدہ، معاہداتِ کفار، صلح نصاری نجران، حجۃ الوداع، حدیث جبریل، مرض الموت، وفاتِ نبوی، قیام خلافتِ اسلامی۔ شاہ صاحب کے اس مختصر سیرت کی موضوعاتی فہرست کا تقابلی مطالعہ، اگر سکہ بند اور معتبر سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کی فہرست مندرجات سے کیا جائے تو بہت سے نکاتِ اشتراک و اختلافات نظر آئیں گے۔ اجمالی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ابن سیدالناس کے خلاصہ سیرت 'نور العیون' اور اس قسم کی دوسری تلخیصات کے مندرجات کم و بیش اسی قسم کے ہیں۔"[9]

سیرتِ نبوی کے مذکورہ بالا موضوعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے واقعاتِ سیرت کے بیان میں تاریخی ترتیب و تنظیم کا التزام کرتے ہوئے وقائع و حوادث میں ارتباط و تسلسل اور یکسانیت کا اھتمام کیا ہے جو ان کے تاریخی وتہذیبی ادراک وشعور کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

اہلِ سیر پر محدثین کی روایات کو ترجیح

اہلِ سیر کے مقابلہ میں شاہ ولی اللہ محدثین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں اور سیرتِ نبویہ کا زیادہ تر مواد انہی سے اخذ کرتے ہیں۔ نسبِ مبارک اور اسکی فضیلت ورفعت، شمائل وخصائلِ نبوی ﷺ، بوقتِ ولادت آیات وعلامات کا ظہور، رضاعت وشقِ صدر، معراج اور دیگر واقعات سب کے سب احادیثِ نبویہ سے ماخوذ ہیں۔ بنو نضیر اور بنو قینقاع کی جلاوطنی کا پورا بیان امام بخاری کے باب کی تلخیص ہے۔ امام بخاری نے جس ترتیب سے ان دونوں قبیلوں کے اخراج کا ذکر کیا ہے۔[10] اسی ترتیب سے شاہ صاحب نے کیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ابتداء کس قبیلہ سے

---

[9] ۔یسین مظہر صدیقی، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، ادارۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۲۰۰۲ء، ص۹۵،۹۴۔

Yāsīn Mazher Siddīqī, Shāh Walī Allāh kā Phalsapha e Sīrat, Shāh Walī Allāh Dehlwi Research Cell, Idārah Ulōm e Islāmīah Muslim University Alī Garh, 2002, p.94,95.

[10] ۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، ومخرج رسول اللہ ﷺ الیھم فی دیۃ الرّجلین، وما أرادوا من الغدر برسول اللہ ﷺ، ح۴۰۲۸۔

ہوئی تھی یا دونوں کو بیک وقت نکالا گیا۔ اہل سیر کے متفقہ بیان کے مطابق پہلے بنو قینقاع کو اور پھر بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا۔ اس کے برعکس شاہ صاحب نے امام بخاری کے تتبع میں دونوں کی جلاوطنی کا ذکر غزوۂ احد کے بیان سے قبل کیا ہے۔[11] شاہ صاحب نے واقعاتِ سیرت بیان کرتے ہوئے تاریخ، دن اور ماہ حتی کہ سنہ کا بھی ذکر نہیں کیا لیکن تمام تر واقعات میں زمانی ترتیب کو مد نظر رکھا ہے۔

واقعاتِ سیرت کی فلسفیانہ توضیح

شاہ صاحب کی سیرت نگاری میں فلسفیانہ اصطلاحات وامثال ان کی فکرِ فلسفہ کی طرف غیر معمولی رجحان کی عکاسی کرتی ہیں۔ انہوں نے واقعاتِ سیرت میں مضمر الٰہی حکمتوں کو منکشف کرنے میں اپنے فلسفیانہ استدلال اور صوفیانہ وحکیمانہ توجیہات اور تعبیرات کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ فلسفہ نبوت اور اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی عصمت، قطبیت اور باطنیت کے بیان میں فلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال اس انداز میں کرتے ہیں: "رسولِ خدا ﷺ بعثت سے پہلے حکیم، معصوم اور قطبِ باطنی تھے۔ حکیم کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ کسی میں جنایتِ باطنیہ (عالمِ مادی کی تلویثات سے آلودہ ہونا) معدوم ہو، جس کا اثر اس کی عینِ ثابتہ اور تشخص یعنی شخصِ جزئی میں کچھ بھی نہ پایا جائے۔ ایسا شخص تجلی ذاتی کا مورد ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے لیے حقائق عملیہ اور دقائق عملیہ کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ عصمت سے ہماری مراد تجلی مذکور کے وہ نتائج ہیں جو رذائل اخلاق کو اپنے سے دور رکھنے اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ محمودہ اختیار کیے رکھنے کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ قطب باطنی کا مفہوم یہ ہے جس شخص کو تجلی مذکور نصیب ہو اس کے نتیجہ کے طور پر اس کو اسماء مقدسہ کا قرب اور لحوق بلکہ مرتبہ ذات بالحوق اور قرب حاصل ہو۔ چونکہ آپ ﷺ کی عین ثابتہ میں وسعت تھی اور عالم مادی کی تلویثات سے آپ کو نجات حاصل تھی، عالمِ مادی کے کسی تقاضا کے سامنے وہ جھکتے نہیں تھے بلکہ اللہ ہی کے حکم کے مطیع رہتے تھے، اللہ تعالی نے ان کی عین ثابتہ میں کامل ترین اور عظیم ترین تجلی فرمائی۔"[12]

Bukhārī Muhammad bin Ismāeīl, Al Jāmei ul Sahīh, Dār ul Salām Li Nasher wal Tauzei Riyāz, 1991, Kitāb ul Maghāzī, Bāb Hadīth Banī Nuzair, 4028.

11 ۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۵۰۹۔

Shāh Walī Allāh, Hujjah tul Allāh ul Bālighah, 509.2.

12 ۔ شاہ ولی اللہ، الخیر الکثیر، مترجم: مولانا عبدالرحیم، ترتیب و تقدیم: مولانا عطاء الرحمن قاسمی، شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ، نئ دہلی ۲۰۱۲ء، ص ۵۶۲، ۵۶۱۔

شاہ صاحب کے مطابق حضرت محمد ﷺ نے نبوت سے قبل اوائل حال میں بھی حکمت، عصمت، قطبیت اور باطنیت سب کا اکتساب کیا تھا۔ چنانچہ بعثت سے قبل کے کچھ واقعات کو بیان کیا ہے جو رویت نبوت کی نشانی تھے۔ مثلاً تعمیر کعبہ کا واقعہ کہ "جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کی۔ تعمیر کے لیے لوگ پتھر جمع کرنے لگے۔ آپ ﷺ بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ پتھر لا رہے تھے۔ آپ نے عربوں کی عادت کے مطابق اپنی ازار (تہبند) اپنے دوش مبارک پر رکھ لی جس سے آپ کا ستر مبارک کھل گیا اور آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔"[13] شاہ صاحب کے مطابق: "اور غشّی کی حالت میں ہی منع فرمایا کہ کہیں شرمگاہ ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ واقعہ نبوت کی ایک شاخ اور نفس کا ایک قسم کا مواخذہ ہے۔"[14] اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو کارِ نبوت کے لیے تیار کرتے ہیں اور نامناسب باتوں سے ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔

فلسفۂ عالم مثال اور واقعاتِ سیرت

شاہ ولی اللہؒ نے فلسفہ الٰہیات کے تحت بہت سی بحثیں کی ہیں جن میں ایک بحث عالم مثال کی ہے۔ آپ کے مطابق: "عالم دو قسم کے ہیں: ایک وہ عالم جو 'مجرد عن المادہ' ہے۔ اسے مجردات کہتے ہیں۔ دوسرا وہ عالم ہے جو مادی ہے اسے عالمِ شہادت کہتے ہیں۔ وہ جزئیات جو مجرد کے قریب ہیں وہ مرتبۂ عقل رکھتی ہیں اور اس کا پورا عکس لے سکتی ہیں، انہیں عالمِ شہادت کہتے ہیں۔ یہ عالم حسّیات ہے یعنی اس کا ادراک حواس کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اور وہ جزئیات جو اس سے ماوراء ہیں اور ان کا حواس سے نہیں بلکہ خیال سے ادراک ہو سکتا ہے، انہیں عالم مثال کہتے ہیں۔ یہ عالم عالمِ

Shāh Walī Allāh, Al Khair ul Kathīr, Mutarjim: Maulana Abdu l Rahīm, Shāh Walī Allāh Institute, Dehli, 2012, p.561, 562.

13۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض۔ ١٩٩٩ء، کتاب المناقب الانصار، باب بیان الکعبۃ، ٣٨٢٩۔

Bukhārī, Al Jāmei ul Sahīh, Kitāb ul Manāqib, Bāb Bayān ul Ka'abah, 3829.

14۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ٢/٥٠١۔

Shāh Walī Allāh, Hujjah tul Allāh ul Bālighah, 501/2.

ارواح اور عالمِ شہادت کے درمیان ایک برزخ کی حیثیت رکھتا ہے جو دونوں سے واصل بھی ہے اور دونوں کے درمیان حدفاصل بھی۔"(15)

شاہ صاحب نے اپنے اس فکر و فلسفہ کو واقعاتِ سیرت میں بیان کیا ہے۔ واقعہ شق صدر محدثین اور اھل سیر دونوں بیان کرتے ہیں۔ اس کی تمام روایات صحیح و مستند ہیں۔ البتہ وقت کی تعیین اور بعض جزئیات کی تفصیل میں روایات میں اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک شقِ صدر بچپن میں ہوا(16) اور بعض کے نزدیک معراج کے موقع پر ہوا۔(17) شاہ صاحب نے اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فکر و فلسفہ کی بساط بچھائی ہے۔ لکھتے ہیں: "فرشتوں نے ظاہر ہو کر آپ ﷺ کے قلب مبارک میں چیرہ دیا اور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ عالمِ مثال اور عالمِ شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اس لیے چیرہ دینے سے ہلا کی کا خطرہ پیش نہیں آیا اور رشتہ کا اثر باقی رہا۔ جو واقعات عالم مثال اور عالمِ شہادت کی آمیزش سے پیش آیا کرتے ہیں ان کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔"(18)

پیغمبروں کی خصوصیات میں سب سے بڑی خصوصیت ان پر وحی الٰہی کا نزول ہے۔ آپ ﷺ پر وحی کے نزول کی مختلف صورتیں تھیں۔ "حضرت حارث بن ہشام نے سوال کیا: یارسول اللہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی جھنکار کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ جب اس کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے میں اس کو محفوظ کر لیتا ہوں اور کبھی وہ

15۔ شاہ ولی اللہ، سطعات، تحقیق و تحشیہ: غلام مصطفی القاسمی، ادارۃ النشر اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، حیدرآباد دکن، س ن، ص ۳،۲۔

Shāh Walī Allāh, Sata'āt, Tehqīq: Ghulām Mustafa, Idārah al Nasher Akadmiah al Shāh Walī Allāh, Haider Abād Dakkan, p.2, 3.

16۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، باب علامات النبوۃ

Khatīb Tabraizi, Muhammad bin Abdul Allah, Mishkāt ul Masābīh, Bāb Alāmāt ul Nabuwwah,

17۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب فرضت الصلاۃ فی الاسراء، ۳۴۹۔

Bukhārī, Al Jāmei ul Sahīh, Kitāb ul Salāt, Bāb Farazat al Salāt fīl Isra'a, 349.

18۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۲/۵۰۰۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 500/2.

فرشتہ (جبرئیل) میرے لیے انسان کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ پس وہ جو کچھ کہتا ہے اس کو میں محفوظ کر لیتا ہوں۔"[19]

وحی کی اس کیفیت کے بارے میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: "جھنکار کی حقیقت یہ ہے کہ حواس سے جب قوی چیز ٹکراتی ہے تو وہ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ پس قوت باصرہ کی پراگندگی یہ ہے کہ آدمی رنگوں کو دیکھے، سرخ، زرد، سبز اور اسکے مانند اور قوت سامعہ کی پراگندگی یہ ہے کہ آدمی مبہم آوازیں سنے جیسے بھنبھناہٹ، جھنکار اور گھوں گھوں۔ جب اثر ختم ہو جاتا ہے تو علم حاصل ہوتا ہے۔ اور فرشتہ کی صورت گری کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایسے مقام و محل میں وقوع پذیر ہوتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہادت کے بعض احکام کا اجتماع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے فرشتہ کو بعض لوگ دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے۔"[20] واقعہ معراج کے تذکرہ میں بھی مصنف نے فلسفہ عالمِ مثال و عالمِ شہادت کو بیان کیا ہے۔

بیانِ سیرت میں قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ کا فلسفہ

شاہ صاحب کے مطابق انسان میں دو قوتیں ودیعت کی گئی ہیں ایک قوت ملکیہ اور دوسری قوت بہیمیہ۔ ان دونوں قوتوں میں باہم کشمکش جاری رہتی ہے۔ ملکیت انسان کو بلندی کی طرف کھینچتی ہے اور بہیمیت پستی کی طرف، اور جب بہیمیت غالب آجاتی ہے تو ملکیت دب جاتی ہے اور جب ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے تو بہیمیت دب جاتی ہے۔ اور ملکیت کا حکم چلتا ہے۔ جس انسان کی قوت ملکیہ شدید ہو وہ بڑے بڑے کمالات مثلاً نبوت، فردیت اور دیگر بلند مرتبہ احوال و مقامات کا اہل ہوتا ہے۔ پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "اس کے بعد مقامِ حرا میں صداقت یعنی جبرئیل اور وحی کا نزول شروع ہوا۔ اس موقع پر سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ آپ ان آیات کے ساتھ گھر لوٹے۔ آپ کا دل دھک دھک کر رہا تھا اور یہ فطری گھبراہٹ تھی یعنی جب ایسا کوئی واقعہ اچانک پیش آتا ہے تو دل گھبراتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے تو بہیمیت مبہوت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں اور یہ حالت بیان کی۔ انہوں نے کہا یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد چند روز تک وحی منقطع ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان

---

[19] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ؟، ۲۔

Bukhārī, Al Jāmei ul Sahīh, Kitāb Bad ul Wahī, Bāb Kaifa Kāna Bad ul Wahī Ela RasōlAllah SalalAllahu Alaihi Wasallam, 2.

[20] ۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۲/۵۰۲۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 502/2.

میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں، ایک بشری اور دوسری ملکی۔ لہذا تاریکیوں سے نور کی طرف سفر کے وقت بہت سی مزاحمتیں اور ٹکراؤ پیدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ جو خدا کی مرضی ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ (یہ وقفہ تیاری کے لیے تھا، اس دوران ملکیت کو غلبہ حاصل ہو گیا، خوف دور ہو گیا اور وحی کا اشتیاق پیدا ہو گیا)۔ "[21]

شاہ صاحب نے اسلام کے فلسفہ اخلاق کے ضمن میں انسانی اخلاق و کردار کے تزکیہ و تربیت میں فلسفہ ٔ قوتِ بہیمیہ اور ملکیہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعاتِ سیرت کے بیان میں بھی یہ فلسفہ جلوہ گر نظر آتا ہے۔

واقعہ معراج کی فلسفیانہ وصوفیانہ توضیحات

محدثین، مفسرین، متکلمین اور سیرت نگاروں کا اس بات میں اختلاف رہا ہے کہ اسراء و معراج روحانی تھی یا جسمانی۔ اس اختلاف کی بنا در حقیقت صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلاف پر مبنی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عائشہؓ اور ایک جماعتِ صحابہ کے نزدیک معراج خواب میں ہوئی۔ آپ ﷺ کا جسم مبارک نہیں لے جایا گیا بلکہ صرف آپ ﷺ کی روح مبارک لے جائی گئی۔ جبکہ بعض صحابہ کرامؓ کے مطابق معراج حالت بیداری میں جسم و روح دونوں کے ساتھ ہوئی۔[22]

صوفیہ کرام اور فلاسفہ نے معراج کے واقعات کی توضیح اپنے مذاق و رنگ میں کی ہے۔ شاہ صاحب دیگر صوفیہ کی مانند عالمِ شہادت اور عالم مثال اور عالمِ جسد اور عالمِ روح کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہیں جہاں جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہیں اور روح اپنی خصوصیت و مناسبت کے مطابق جسمانی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ معراج بیداری اور جسم کے ساتھ ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں: "معراج بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ ہوئی البتہ وہ خالص مادی عالم کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ عالم مثال اور عالمِ شہادۃ کے بین بین پیش آیا جو دونوں عالموں کے احکام کا سنگم تھا۔ چنانچہ جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے یعنی جسم نے پرواز کی اور ایک ہی

21۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۵۰۱،۵۰۲/۲۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 501,502/2.

22۔ ابنِ کثیر، محمد بن اسماعیل (م ۷۷۴ھ)، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق سامی محمد سلامہ، دار نشر للطیبہ والتوزیع ،۱۹۹۹ء، ۵/۴۴۔

Ibn e Kathīr, Muhmmad bin Ismāeīl, Tafsīr ul Qura'ān il Azīm, Tehqīq: Samī Muhammad Salāmah, Dār Nasher Littaibah wal Tauzei, 1991, 44/5.

رات میں یہ طویل سفر طے ہو گیا اور روح نے اور روحانی باتوں (معنویات) نے جسموں کا پیکر اختیار کیا یعنی اس سفر میں معنویات مجسم ہو کر سامنے آئے۔اس لیے اس سفر میں جو واقعات پیش آئے ان کی خوابوں کی طرح تعبیرات ہیں۔خواب میں بھی معنویات محسوس بنا کر تمثیلی رنگ میں دکھائے جاتے ہیں اس لیے خواب تعبیر کا محتاج ہوتا ہے۔"[23]

شاہ ولی اللہ کے فلسفیانہ مباحث میں ایک اہم بحث نسمہ اور نفس ناطقہ کی ہے۔ نسمہ کو آپ نے روحِ ہوائی سے تعبیر کیا ہے جو جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور ردّ عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ نفس ناطقہ، نسمہ پر تصرف کرتے ہوئے دو رجحان رکھتا ہے۔ایک رجحان بھوک، پیاس، شہوت، غضب، غصے اور خوشی کے تقاضوں پر مشتمل ہوتا ہے۔اس رجحان کے غلبہ کی صورت میں انسان، حیوان ہو جاتا ہے۔ جبکہ نفس ناطقہ کا دوسرا رجحان انسان کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔[24]

نسمہ اور نفس ناطقہ کی بحث کو شاہ صاحب نے واقعہ معراج میں یوں بیان کیا ہے: آپ کے براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ پر جس میں کمالِ حیونی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلاء اور غلبہ ہو گیا لہذا آپ براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے۔یعنی براق پر سواری کرتے ہوئے اس طرح غالب ہوئے جس طرح نفس ناطقہ کے احکام بہیمیت پر مسلط ہو گئے۔"[25]

واقعاتِ سیرت کے اسرار و حکم

شاہ ولی اللہ کی سیرت نگاری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے واقعاتِ سیرت کے اسرار و رموز کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے۔آپ کا فلسفہ اسرار شریعت سیرت نگاری میں بھی جلوہ گر ہے جو آپ کے حکیمانہ

---

[23]۔سعید احمد پالن پوری، مولانا، رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ، زمزم پبلشرز، لاہور ٢٠٠٤ء، ٥/۔ ٦١٤، ٦١٣

Saeīd Ahmed Pālan Pōrī, Maulāna, Rehmet ul Allah al Wasi’ah Sharha Hujjah tul Allah ul Bālighah, Zam Zam Publishers, Lahore, 2004, 613, 614/5.

[24]۔نسمہ اور نفس ناطقہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: شاہ ولی اللہ، ہمعات، تصحیح و تحشیہ: مولانا نور الحق علوی، غلام مصطفی القاسمی، ادارۃ النشر الشاہ ولی اللہ، حیدر آباد، ١٩٦٤ء، ص۔٩٨، ٩٧

Shāh Walī Allah, Hama’āt, Idārah al Nasher Akadmiah al Shāh Walī Allāh, Haider Abād Dakkan, 1964, p.97,98.

[25]۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ٢/٥٠٤۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 504/4.

تعقّل اور فلفسفیانہ شعور کی عکاسی کرتا ہے۔واقعہ اسراء ومعراج کی حکمتوں اور فوائد کو جس طرح شاہ صاحب نے بیان کیا ہے اس کی کچھ امثال درج ذیل ہیں۔

آپ ﷺ کو سب سے پہلے مسجد اقصیٰ لے جانے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:آپ ﷺ کو لے جانا اس لیے ہوا کہ وہ شعائرِ الٰہی کے ظہور کا مقام ہے،ملاء اعلیٰ کی خاص توجہات اس گھر سے جڑی رہتی ہیں۔انبیاء کرامؑ کا مطمحِ نظر ہے گویا کہ وہ عالم ملکوت کی طرف کھلنے والا دریچہ ہے۔[26]

آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:"(۱)آپ ﷺ نے بتدریج عرش رحمانی کی طرف تقرب حاصل کیا۔(۲) ان ملائکہ کے احوال کی معرفت حاصل کی جن کی آسمانوں میں ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں(۳)ان عظیم انسانوں(نبیوں) کا تعارف پایا جو ان ملائکہ سے متصل کیے گئے ہیں۔(۴)اس تدبیر الٰہی کی معرفت پائی جو اللہ تعالیٰ نے اس میں وحی فرمائی تھی یعنی آسمانوں کے نظم و انتظام سے واقف ہوتے گئے۔(۵)اس خصومت کو دریافت کیا جو ان منازل میں ہوتی ہے یعنی اس گفتگو سے بھی واقف ہوئے جو ملاء اعلیٰ میں ہو رہی تھی۔"[27]

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنا وطن ترک کیا اور ہجرت فرمائی۔اسی طرح نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے کفار مکہ کی ریشہ دوانیوں اور ایذاؤں سے تنگ آکر بحکمِ الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ہجرتِ مدینہ سیرت النبی کا نہایت اہم باب ہے۔شاہ ولی اللہ ہجرت کے راز کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ہجرت کا راز یہ ہے کہ جب ابو طالب کی وفات ہو گئی اور مصائب عام ہو گئے تو تولی خالص ہو گیا۔اہل یثرب میں سے ایک جماعت نے اطاعت اختیار کر لی۔تب آپ کے دل میں ہجرت کا خیال پیدا کیا گیا۔رب العالمین نے آپ کی مراد پوری کی اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دی۔"[28]

26۔ایضا،۲/۵۰۴۔

Ibid, 504/2

27۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ،۵۰۴،۵۰۵/۲۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 504,505/2.

28۔ایضاً،۲/۱۶۳۔

Ibid, 163/2.

شاہ ولی اللہؒ نے ہجرت کو اتمام نعمت سے تعبیر کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے اسلامی ریاست کی تشکیل ممکن ہوئی،کافروں کو شکست ہوئی اور بالآخر پورے عرب پر اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

واقعاتِ سیرت سے منفرد نکات کا استنباط

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا مؤلف نے جس دقّتِ نظر اور تعمق سے جائزہ لیا ہے وہ مؤلف کی بلندی فکر،جودتِ عقل اور ندرتِ نظر پر دلالت کرتا ہے۔آپ نے سیرت کے مختلف واقعات سے منفرد و امتیازی نکات کا استنباط کیا ہے۔مثلاً نبی اکرم ﷺ کے سفرِ طائف کا تعلق ہجرت کے رؤیائے صالحہ سے قائم کرنا ہے۔بالعموم سیرت نگار سفرِ طائف کا محرک وسبب مکہ مکرمہ کے حالات سے مایوسی اور حضرت خدیجہ وابو طالب کے انتقال کے بعد بنو ہاشم کی حمایت ونصرت سے محرومی کو قرار دیتے ہیں۔چنانچہ ابن اسحاق کے مطابق: ابو طالب کی وفات کے بعد رسول ﷺ کو قریش نے اس قدر ہولناک اذیتیں پہنچائیں کہ جن کا ابو طالب کی زندگی میں وہم وگمان بھی نہ تھا۔چنانچہ رسول ﷺ طائف میں ثقیف قبیلہ سے نصرت وحمایت کے حصول اور قریش کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنے کی خاطر تشریف لے گئے اور ان سے دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بھی امیدوار تھے۔[29]

لیکن شاہ صاحب کے مطابق: "جب حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا تو بنو ھاشم کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔چنانچہ آپ ﷺ کو پریشانی لاحق ہوئی۔تب آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں ایک عام اجمالی القاء ہوا کہ آپ کی رفعتِ شان ہجرت سے وابستہ ہے اس لیے اپنے فکر وخیال سے آپ نے ہجرت کا قصد فرمایا۔آپ کا خیال طائف،ہجر،یمامہ اور ہر علاقہ کی طرف گیا اور آپ نے بعجلت طائف کا سفر اختیار کیا۔وہاں سخت تکلیف اٹھائی پھر بنو کنانہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی خوشخبری نہیں ملی۔لہذا زمعہ کے زمانے میں مکہ لوٹ آئے۔"[30]

---

[29]۔ابن کثیر ،اسماعیل بن عمر،السیرۃ النبویۃ، محقق: مصطفی عبد الواحد،دار احیاء التراث العربی،بیروت لبنان،س۔ن ،۲/۱۴۹۔

Ibn e Kathīr, Ismāeīl bin Umer, Al Sīrat ul Nabawiyah, Tehqīq: Mustafa Abdul Wahid, Dār Ihyā al Turāth ul Arabī Beirut Lebnān, 149/2.

[30]۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۵۰۳۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 503/2.

شاہ صاحب کا یہ خیال و نظریہ کہ دارالھجرہ کے متعلق رؤیائے صادقہ کی تعبیر آپ ﷺ نے سفرِ طائف میں ڈھونڈی تھی بالکل اچھوتا خیال اور شاید نادر ترین جزئیہ معلومات ہے۔اسی طرح سفر طائف کے بعد بنو کنانہ کے پاس جانے اور ان سے نصرت و امداد نہ پانے اور عہدِ زمعہ کے دوران مکہ مکرمہ واپس تشریف لانے کا معاملہ بھی نادر و نایاب معلومات کے زمرہ میں آتا ہے۔

کمالاتِ نبوی ﷺ کا بیان

شاہ صاحب کے نزدیک انبیاء کرام ابتداء فطرت سے مختلف کمالات کے جامع ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ ابتدائے فطرت سے قرب ذاتی، قربِ فرائض اور اقتراب بالملائکۃ کے جامع تھے۔جو حکمت آپ کو قبل از بعثت حاصل تھی اس نے آپ ﷺ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ یکے بعد دیگرے وسائط کی جانب اپنی توجہ مبذول فرمائیں۔یہاں تک کہ آپ ﷺ منتہائے مقصود تک پہنچ گئے۔پھر جب ان وسائط نے جمع ہو کر آپ کے لیے ھیئت اجتماعیہ اختیار کی تو ملائکہ کے ساتھ آپ ﷺ کو شدید تعلق پیدا ہوا جو عموم کی صورت میں پہلے موجود تھا۔یہ تعلق اسی طرح بڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ انتہائے کمال تک پہنچ گیا اور ملائکہ مقربین میں ایک ہلچل سی پڑ گئی۔ چنانچہ بعض اوقات وہ آپ ﷺ کو مجسم ہو کر دکھائی دیتے اور بعض اوقات آپ ﷺ کے قلب مبارک پر القاءات کرتے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ میں قابلیت پیدا ہوئی کہ کبھی چشمِ سر اور کبھی حسِّ مشترک سے ان ملائکہ کو آپ ﷺ دیکھتے تھے۔جب یہ تمام اسبابِ اکتسابیہ و فطریہ ہوئے تو وہ وقت آپہنچا کہ جبرائیل آئیں اور آپ ﷺ کو وحی پہنچائیں۔ان کمالات کو شاہ صاحب نے تین ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔پہلا ستارہ وحی ظاہری، دوسرا آپ ﷺ کی محفوظیت اور تیسرا قطبیت ہے۔ان ظاہری ستاروں کے علاوہ تین ستارے باطنی ہیں۔(الف) اعمال اور اخلاق میں کمال تقوی کا التزام۔یہ عصمت کے مقابلہ میں ہے۔(ب)اجتہاد فقہی اور تجربی فراست۔یہ حکمت کے مقابلہ میں ہے۔(ج) عنایاتِ جزئیہ۔اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے جسم ظاہر پر نظر ڈالتا تو اس کی نظر یہاں سے گزر کر تجلی ذاتی پر جا پڑتی۔یہ قطبیت ارشاد کے بالمقابل ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی ستارے ہیں۔ مثلاً ملک و سلطنت، مزاج مدنیت کے اعتدال کو قائم رکھنا اور خوش بیانی و خلوص کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنا۔یہ ستارے بھی بتدریج کمال بدرِ کمال بنے۔[31] اس طرح آپ کو ہر ایک اجمالی اور

---

[31]۔ شاہ ولی اللہ، الخیر الکثیر مشمولہ مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، مترجم: مولانا عبدالرحیم، چھٹا خزانہ، ۵۶۲/۱۔۵۶۷۔
Shāh Walī Allāh, Al Khair ul Kathīr, 562-567/1.

تفصیلی کمال حاصل ہوا۔ انتہائی کمال کا کوئی مرحلہ باقی نہ رہا تو ارشاد ہوا: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[32]

الغرض شاہ ولی اللہ نے فلسفیانہ انداز سے کمالاتِ نبوی ﷺ کی حقیقت کو آشکارا کرتے ہوئے آپ ﷺ پر دین کے اکمال واتمام کو بیان کیا ہے۔

حقیقتِ محمدی ﷺ کی اوّلیت

سیرتِ نبویہ کے مباحث میں سے ایک اہم موضوع حقیقتِ محمدی ﷺ کی اولیت ہے۔ نویں اور دسویں صدی کی تمام کتب سیرت میں یہ موضوع جلوہ گر نظر آتا ہے۔ برّصغیر کے سیرت نگاروں میں سے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور دیگر متعدد سیرت نگاروں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔ حقیقتِ محمدی ﷺ کی یہ بحث سب سے پہلے ابنِ عربی کے ہاں ملتی ہے۔[33] ابن عربی اور ان کے تتبع میں دیگر سیرت نگاروں نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے اکثر شدید ضعف کی حامل ہیں یا موضوع ہیں۔ مثلاً "کنت نبیّا و آدم بین الماء والطین" [34] اور "اول ما خلق الله نوری" [35] وغیرہ۔

32۔ المائدہ، ۵/۔۳

Al Qur'ān, 3:5.

33۔ ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، مترجم محمد برکت اللہ لکھنوی، تصوّف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء، ص ۶۲۔۶۴۔

Ibn e Arabī, Muhyudīn, Fisōs ul Hikam, Mutarjim: Muhammad Barkat ul Allah Lakhnawī, Tasawuf Foundation, 1991, p 62-64.

34۔ اس حدیث کو متعدد علماء نے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ابن عراق کنانی، علی بن محمد (م ۹۶۳ھ)، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ، مکتبۃ القاہرۃ بمصر، ب۔ت، ۱:۳۴۱؛ علی الھندی، محمد طاہر بن علی (م ۹۸۶ھ)، تذکرۃ الموضوعات وفی ذیلھا قانون الموضوعات والضعفاء، ادارۃ الطباعیۃ المنیریۃ بمصر ۱۳۴۳ھ، ۸۶؛ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)، الاسرار المرفوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: محمد الصباغ، دارالامانۃ، مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان ۱۹۷۱ء، ۱۷۹؛ علی القاری الھروی (م ۱۵۱۴ھ)، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (وھو الموضوعات الصغری)، تحقیق: عبدالفتاح أبو غدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، ۱۹۶۹ء۔

Ibn e Erāq Kinānī, Alī bin Muhammad, Tanzīh ul Sharīah al Marfōah Enil Ahādith al Shanīah al Mauzōah, Maktabah tul Qāhirah Misr, p.341; Alī al Hindī, Muhammad Tāhir bin Alī, Tazkirah tul Mauzōa'āt wafī zaīlihā al Mauzōa'āt wal Zuafā, Idārah al Tabāeīah al Munīrīyah Misr,1343H, p.86.; Mullāh Alī Qārī,

ضعیف احادیث سے قطع نظر صحیح احادیث کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی نبوّت کا آغاز روزِ اوّل سے ہی ہو گیا تھا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد" [36] میں اس وقت سے نبی ہوں جب آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے وجوب کا اولین مرحلہ علم و ارادۂ الٰہی نے طے کر دیا تو دوسرا مرحلہ آیا۔ صوفیہ کرام اور علمائے باطن و عارفین نے اسے نورِ محمدی اور حقیقتِ محمدی جیسی تعبیرات سے ظاہر کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب کے بہت سے مشاہدات میں نورِ محمدی، حقیقتِ محمدی کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے جوہرِ روح اور عاداتِ نفس اور حیات و فطرت کے باعث تدلی عظیم کے مظہر ہو گئے اور وہ چیزیں جو بشر کے اوپر انبساط کر جاتی ہیں کہ جن میں ظاہر اور مظہر کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتی ہے اور یہی وہ تدلی عظیم ہے جسے صوفیہ کرام حقیقتِ محمدیہ بولا کرتے ہیں اور یہی وہ تدلی ہے کہ جسے صوفیاء قطب الاقطاب اور نبی الانبیاء کہتے ہیں اور اسکی حقیقت اس تجلی کا صورتِ بشریہ میں ظاہر ہونا ہے۔" [37]

Al Asrār ul Marfōah fīl Ahādīth il Mauzōah, Tehqīq: Muhammad al Sibāgh, Dār ul Amānah, Mōassasah al Risālah Beirut, 1971, p.179.; Mullāh Alī Qārī, Al Masnōe fī Merifah til Mauzōe, Tehqīq: Abdul Fattāh, Maktab al Matbōa'āt al Islāmīyah,Halb,1969.

[35] ۔الدیار بکری، حسن بن محمد بن الحسن (م ۹۶۶ھ)، تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، دار صادر بیروت، ب۔ت، ۱/ ۱۹؛ مولانا عبدالحئی لکھنوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث" اول ما خلق الله نوری" لفظی اور معنوی طور پر ثابت نہیں ہے اور یہ حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی طرح عوام وخواص اور قصہ گو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو گئی ہے۔ الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ ص ۳۵۔

Al Dīyar Bakrī, Hassan bin Muhammad, Tārīkh ul Khamīs fī Ahwāl e Anfus e Nafīs, Dār e Sādir Beirut, 19/1.; Al Aāthār ul Marfōah fīl Akhbār il Mauzōah, p.35.

[36] ۔البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، التاریخ الکبیر، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، س ن، باب میسرۃ: ۱۶۰۶، ج ۷، ص ۳۷۴۔

Bukhārī Muhammad bin Ismāeīl, Al Tārīkh ul Kabīr, Dāirah tul Euthmānīah, Haider Aābād, Dakken, 374/7.

[37] ۔شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین، مترجم: سعادت کونین، مطبع احمدی، دہلی، س ن، مشہد ۱۰، ص۔ ۲۹

Shāh Walī Allāh, Fyuōz ul Haramain, Muterjim: Sa'ādat kōnain, Matbae Ahmadi Dehlī, p 29.

شاہ صاحب کے نزدیک اصلاً حقیقتِ محمدی سے مراد اولین تخلیقِ الٰہی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی تخلیق و نبوت سر فہرست ہے۔ اس کو ایک اور جگہ شاہ صاحب نے یوں بیان کیا ہے: "تمام اسماء کی معرفت بالآخر اسم اعظم پر جا کر منتہی ہوتی ہے اور وہ زبانِ شریعت ہے۔ زبانِ تصوف میں وہ حقیقتِ محمدی اور زبانِ اشراق میں عقلِ اول ہے۔"(38)

اسوۂ نبوی سے ردِّ شرک

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت پوری انسانیت کفر و شرک کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے کفر و شرک کے ہلاکت انگیز گردابوں سے لڑ کر ساری اولادِ آدم کے لیے نجات کا راستہ کھولا اور بے شمار مصائب اور تکالیف کے باوجود لوگوں کو شرک کی بیماری نجات دلائی۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے اسوۂ کو شاہ صاحب نے یوں بیان فرمایا ہے:

"جنابِ پیغمبرِ اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کو کفار کے ساتھ اکثر جنگیں پیش آئیں اور دشمنوں کے ہاتھوں آپ ﷺ نے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ خصوصاً مکی زندگی میں آپ ﷺ سخت بے چارگی کی حالت میں تھے مگر باوجود اس کے آپ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی ارواح سے کبھی مدد نہیں مانگی حالانکہ منصبِ ہدایت کے علمبردار ہونے کے ساتھ وہ آپ ﷺ کے جد امجد بھی تھے۔ اگر کوئی قبر پرست یہ کہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قبر مکہ سے بہت دور تھی اس لیے آپ ﷺ معذور تھے تو اسے کہنا چاہیے کہ حضرت اسماعیلؑ کی قبر تو حطیم کعبہ کے اندر تھی اور آپ ﷺ کو معلوم بھی تھی کیونکہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے اس پر کوئی چیز بطور نذر نہ چڑھائی حالانکہ آپ ﷺ ان دنوں خوشحال بھی تھے اور غم و فکر کی حالت میں اس پر چہرہ نہ ملا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ جیسے مظہرِ رشد و ہدایت سے مشرکانہ افعال کا صدور ہی ناممکن تھا۔"(39)

واقعہ معراج سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی جس کسی سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ کی طرف سے ان کو نفع پہنچا۔ حدیث معراج میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج میں میری امت پر پانچ نمازیں فرض

38۔ التفہیمات الالٰھیہ، تفہیم ٢، ص ٢٢۔
Shāh Walī Allah, Al Tafhīmāt ul Ilāhiyah, p22.

39۔ شاہ ولی اللہ، البلاغ المبین فی احکامِ رب العالمین، المکتبۃ السلفیہ لاہور، س ن، ٤٣، ٤٤۔
Shāh Walī Allāh, Al Blāgh ul Mubīn fī Ahkām Rabb il Alamīn, Al Maktabah tul Salfīyah Lahore, p 43, 44.

کیں۔ میں لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے کیا کچھ فرض کیا گیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰؑ بولے آپ اللہ کی طرف لوٹ جائیں اور کمی کرائیں، کیونکہ آپ کی امت سے اتنا بوجھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ میں پھر اللہ کے پاس گیا اور نصف معاف ہو گئیں۔ (40)

بعض قبر پرست دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی۔ قبر پرستوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: "یہ حضرت موسیٰؑ سے آپ ﷺ کا مدد مانگنا نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو عالمِ بالا کی وہ کیفیت قربِ اتم حاصل ہونے کے اب تک معلوم نہ ہو سکیں جو سید المرسلین پر فوراً منکشف ہو گئی۔ یہی سبب ہے کہ موسیٰؑ کو دریافت کرنا پڑا کہ اللہ نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ مدد طلب کرنے کی صورت تو یہ ہوتی کہ آپ حضرت موسیٰؑ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ اللہ نے میری امت پر اتنا بوجھ ڈال دیا ہے آپ اس میں کمی کے لیے سفارش کریں۔ پھر موسیٰؑ اللہ کے پاس تشریف لے جاتے اور یہ تخفیف عمل میں آتی مگر یہاں تو بات ہی اور ہے۔ حدیث کے الفاظ میں' مررت علی موسیٰ' یعنی موسیٰؑ پر میرا گزر ہوا۔ ظاہر ہے کہ کسی پر گزر ہونا ایک اتفاقی بات ہے جس میں قصد و عزم کو دخل نہیں۔" (41)

ایک اور مقام پر اسوۂ نبوی ﷺ سے شرک کی تردید یوں فرمائی: "اگر کوئی پیر پرست یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ خود اللہ کے رسول تھے، آپ ﷺ کو اللہ کے ساتھ قربِ اتم حاصل تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کو کسی واسطہ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ ﷺ بے غیر کسی واسطہ کے اللہ کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے۔ مگر بزرگوں کی ارواح کو واسطہ بنانے کی اس لیے ضرورت ہے کہ ہم پیغمبر اور رسول نہیں۔ تو ان جاہلوں کو سمجھنا چاہیے کہ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، حسن اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اللہ کے رسول نہ تھے۔ اس پر بھی مہمات دینی و دنیوی میں تمہاری مانند صاحب گنبدِ خضراء حضرت محمد ﷺ سے مدد نہیں مانگتے تھے۔ (42)

40۔ بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج، ۳۸۸۔

Bukhārī, Al Jāmei ul Sahīh, Kitāb Manāqib il Ansār, Bāb ul Meirāj, 388.

41۔ شاہ ولی اللہ، البلاغ المبین فی احکامِ رب العالمین، ص ۴۴۔

Shāh Walī Allāh, Al Blāgh ul Mubīn fī Ahkām Rabb il Alamīn, p 44.

42۔ ایضاً، ص ۴۵۔

Ibid, p 45.

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی دیگر تصانیف میں بھی شرک کی مذمت و تردید کی ہے۔ الفوز الکبیر میں مشرکین، یہود اور نصاریٰ سے مخاصمہ کرتے ہوئے ان کے عقائدِ باطلہ بالخصوص شرک کی پر زور تردید فرمائی ہے۔

سیرتِ نبوی کا معجزانہ پہلو

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں سیرت النبی کے باب میں جو واقعات سیرت بیان کیے ہیں ان میں آپ ﷺ کے معجزات کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے۔ واقعات سیرت کے پس پردہ ملکوتی عوامل کی کارفرمائیوں کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ چنانچہ ولادتِ نبوی سے قبل ارہاصات اور بعد کے حالات میں خوارقِ عادات مثلاً محلاّتِ کسریٰ کے کنگنوں کے گرنے کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ہجرتِ نبوی اور سفرِ مدینہ کا محرک ایک رؤیائے صالحہ کو بتا کر متعدد برکات اور معجزات کا ذکر کیا ہے۔ جیسے غار میں حضرت ابو بکر صدیق کے سانپ سے ڈسے جانے کا تریاق لعابِ دہن نبوی میں تلاش کرنا، تعاقب کرنے والے کفار کا آپ دونوں کو نہ دیکھ پانا، دوسرے متعاقب سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا اور ام معبد کی غیر دودھاری بکری کا دودھ دینا وغیرہ۔ غرض ہجرتِ مدینہ کے تمام واقعات میں صرف اور صرف معجزات کی کارفرمائیوں کا شاہ صاحب نے ذکر کیا ہے۔

غزوات و سرایا کے بیان میں بھی دیگر واقعات کے برعکس صرف اور صرف معجزات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً واقعہ بدر میں بارش کا معجزہ، کثرتِ دشمن دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں دعائے نبوی اور اس کے جواب میں بشارتِ فتحِ ربانی، غزوۂ احد میں مسلم ہزیمت اور اسبابِ سماویہ کا اجماع اور اس کی پہلے سے خوابِ نبوی میں پیشگوئی کا ذکر ہے، واقعاتِ رجیع و بئر معونہ میں مسلم شہداء کی حفاظت و صیانتِ الٰہی کے معجزات کا بیان ہے۔ غزوۂ خندق میں بھی واقعاتِ قتال کے برعکس معجزات و برکات کا بیان ہے۔ حضرتِ زینب سے نکاح کے بعد کے کئی معجزات کا ذکر ہے۔ سورج گرہن کے خالص معجزات کے تذکرہ کے بعد صلح حدیبیہ کا محرک رؤیائے صالحہ اور قیام حدیبیہ کے دوران پانی کے دو معجزات اور غزوۂ خیبر میں زہر آلود کھانے سے حفاظتِ الٰہی کے علاوہ دیگر کئی معجزات کا ذکر ہے۔ اس بارے میں یسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں: " اللہ تعالی نے قرآن مجید میں رسول ﷺ کی بشریت کو زیادہ اجاگر کیا ہے اور آپ ﷺ نے بھی اسی کو طرۂ امتیاز بتایا ہے اور اسی بشری پہلو سے رسول ﷺ کی حیات و خدمات میں مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور عام لوگوں کے لیے بالعموم اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے ایک قابل تقلید نمونۂ عمل فراہم کرنا لازمی بلکہ ناگزیر ہے ورنہ تقلید و اتباع کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ شاہ صاحب نے اپنے بابِ سیرت میں بلاشبہ بعض معاملات و امور اور واقعات و حوادث میں معمول کے واقعات و حقائق بھی پیش کیے ہیں لیکن معجزانہ پہلوؤں پر شد و مد اور جوش و جذبہ کے ساتھ زور دے کر اسے اسوۂ حسنہ نہیں بننے دیا جس کی بنا پر

قاری کا تاثر یہ ہوتا ہے کہ ان کا بابِ سیرت ایک مافوق الفطرت ہستی کا خاکہ و بیان ہے جس تک پہنچنا ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔"[43]

واقعاتِ سیرت کی چند خطرناک تعبیرات

شاہ ولی اللہؒ نے واقعات و حوادثِ سیرت کی جو تعبیرات و توضیحات بیان کی ہیں بالعموم وہ مستند و معتبر ہیں۔ لیکن بعض واقعات کی تشریحات غیر معتبر اور خطرناک ہیں۔ مثلاً: آپ نے حضرت زینبؓ سے نبی اکرم ﷺ کی طبعی رغبت کا حوالہ دیا ہے جس کے نتیجے میں نکاح ہوا۔ جیسا کہ اس ضمن میں بعض ضعیف اور موضوع روایات موجود ہیں۔ لیکن یہ قرآنی بیان کے قطعاً منافی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں: "نبی ﷺ کو حضرت زینبؓ سے طبعی رغبت تھی لہذا اللہ نے اس کی تکمیل کا سامان فرمایا کہ اس میں ایک دینی مصلحت تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں ان کے لیے حلال ہیں۔ لہذا ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور اللہ نے ان کا نکاح اپنے نبی مکرم کے ساتھ فرما دیا۔"[44]

قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کے مطابق آنحضرت ﷺ نے خود حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زید سے کیا حالانکہ حضرت زینبؓ اس نکاح پر راضی نہیں تھیں لیکن بالآخر آنحضرت ﷺ کی تعمیلِ ارشاد میں راضی ہو گئیں۔ لیکن نباہ نہ ہو سکا بالآخر حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دے دی۔ جب وہ مطلقہ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا۔ لیکن عرب میں اس وقت متبنّی اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے تامل فرمایا۔ چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ [٤٥]

43۔ یسین مظہر صدیقی، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، ص ۱۱۰،۱۰۹۔

Yāsīn Mazher Siddīqī, Shāh Walī Allāh kā Phalsapha e Sīrat, p 109,110.

44۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۵۱۱،۵۱۰/۲۔

Shāh Walī Allah, Hujjah tul Allah ul Bālighah, 510,511/2.

45۔ الأحزاب ۳۷/۳۳۔

Al Qur’ān, 37:33.

غرض اللہ تعالیٰ نے خود حضرت زینبؓ سے آپ ﷺ کا نکاح کر کے زمانۂ جاہلیت کی ایک قدیم رسم کا خاتمہ فرمادیا۔

سرورالمخزون فی ترجمۃ نورالعیون کا تعارف و تجزیہ

مشہور محدث و سیرت نگار امام ابنِ سید الناسؒ(م) کی متعدد تصانیف میں سیرتِ نبوی ﷺ پر دو گرانقدر کتابیں ہیں۔ایک "عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" ہے۔یہ کتاب سیرتِ نبویہ کے تمام گوشوں اور زاویوں کا احاطہ کرتی ہے۔سیرت پر آپ کی دوسری کتاب کا نام "نور العیون فی تلخیص سیر الامین المامون" ہے۔عنوانِ کتاب سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک مختصر سیرت ہے۔شاہ ولی اللہ نے اس مختصر سیرت کا فارسی میں ترجمہ کر کے سیرتِ نبویہ ﷺ پر ایک گرانقدر خدمت سرانجام دی ہے۔شاہ صاحب کے معاصرین اور متاخرین دونوں نے ہی سرورالمخزون کو نورالعیون کا ترجمہ گردانا ہے۔لیکن اس کے باجود کچھ علمائے کرام نے اسے نورالعیون کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ان میں ایک سید ابوالحسن علی ندویؒ ہیں جن کے مطابق سرورالمخزون نورالعیون کا خلاصہ ہے۔[46] دوسری شخصیت مولانا سعید احمد پالنپوری کی ہے۔جن کے مطابق شاہ صاحب نے نور العیون کا فارسی میں خلاصہ تحریر کیا۔[47]

سرورالمخزون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اصل متن کی پیروی ضرور کی ہے مگر ان کی عالمانہ اور محققانہ بصیرت نے انہیں متن میں اضافہ و ترمیم کرنے پر بھی مجبور کیا۔آپ نے جو اضافات کیے ان کی دو نوعیتیں ہیں۔ایک زیادت یہ فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہمیشہ فعل جمع لائے ہیں کہ مشرقی مزاج فعلِ واحد کو آنحضرت ﷺ کے شایان شان نہیں سمجھ سکتا۔وہ مقام مصطفی کے لیے عقیدت کا صیغہ لانے پر مجبور ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے متن میں جہاں بھی ضمیر آئی ہے تو عظمت و احترام کے پیش نظر بیشتر مقامات

46۔ رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۴۳۔

Saeīd Ahmed Pālan Pōrī, Rehmet ul Allah al Wasi'ah Sharha Hujjah tul Allah ul Bālighah, 43/1.

47۔ محمد مظہر بقا، ڈاکٹر، اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ، بقا پبلیکیشنز کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۹۔

Muhammad Mazher Baqā, Usōl e Fiqh aur Shāh Walī Allah, Baqā publications Karāchī, 1986, p 139.

پر "آنحضرت ﷺ" ہی لکھا ہے۔ دوسری نوعیت تشریحی زیادت اور متن میں اضافہ ہے۔ اضافت وزیادت کی چند امثال درج ذیل ہیں:

نور العیون میں نسبِ نبوی کی آخری پیڑھی 'آدم' بلا تکریم بیان کر دی گئی ہے۔ شاہ صاحب نے دینی تقاضے سے لکھا ہے "حضرت آدم علیہ السلام"[48]۔ مزید برآں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے لیے 'رضی اللہ عنہ' اور 'رضی اللہ عنھا' وغیرہ ضرور استعمال کرتے ہیں۔ علانیہ دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں قریش نے شعب ابی طالب میں آپ ﷺ اور آپ کے خاندان کو محصور کر دیا تھا۔ شاہ صاحب نے ان کے محاصرہ کو "فرطِ بے دانشی" کی وجہ سے ایذا پہنچانے سے تعبیر کیا ہے اور یہ بہت خوبصورت تشریحی اضافہ ہے۔[49]

معراج میں صرف نماز کی فرضیت کا تذکرہ متن میں ہے مگر شاہ صاحب نے اسے نمازِ پنجگانہ کر کے واضح کر دیا ہے۔ نور العیون میں بعض اصطلاحات و مقامات وغیرہ کا ذکر آتا ہے جن کی تشریح و تعریف نہیں کی جاتی۔ مگر شاہ صاحب ان کی تشریح ضرور کرتے ہیں۔ جیسے غزوات و سرایا کی فصل میں بعوث/بعث کی تشریح، حج قران کی تعریف اور اسکا حوالہ، وادی نمرہ کی جغرافیائی تشریح، عرفہ میں نمازِ ظہر و عصر کے جمع کرنے کی صورت میں باجماعت کا تشریحی فقرہ بڑھایا ہے۔

شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ 'سرور المخزون فی ترجمۃ نور العیون' سلسلہ فنِ سیرت نگاری میں ایک اہم اور گرانقدر اضافہ ہے۔ مؤلف محض مترجم ہی نہیں تھے بلکہ قرآن، حدیث، فقہ اور سیرت و تاریخ کے امامِ عالی قدر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نور العیون کا ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے مفید اضافات بھی کیے ہیں۔ ذیل میں ان کے فارسی ترجمہ سیرت کے امتیازات بیان کیے جاتے ہیں۔ شاہ صاحب کا فارسی ترجمہ انتہائی سلیس، سادہ مگر اس کے ساتھ بہت خوبصورت اور فصیح و بلیغ ہے۔ عربی متن سے وہ فصاحت و بلاغت اور معیار و انداز میں کسی طرح کم نہیں۔ شاہ صاحب

48۔ شاہ ولی اللہ، سرور المخزون، دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور، ۱۳۸۵، ص ۳۔

Shāh Walī Allah, Surōr ul Makhzōn, Dār ul Ishā’at Deōband, Zilae Sahāranpōr,1385, p 3.

49۔ شاہ ولی اللہ، سرور المخزون، ص ۵۔

Shāh Walī Allah, Surōr ul Makhzōn, Dār ul Ishā’at Deōband, Zilae Sahāranpōr, p 5.

نے عربی اسلوب کی کلامی ترتیب کی پیروی کر کے ایک نئی طرح ڈالی ہے۔نئے معنی خیز کلمات و فقرے لائے ہیں اور بعض انتہائی جلیل القدر تعبیرات و تشریحات پیش کی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لیے تکریمی صیغے اور ادب و احترام کے القاب استعمال کر کے نبی اکرم ﷺ کی شانِ عظمت و رفعت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت و توقیر کے پہلو کو اجاگر کیا ہے۔شاہ صاحب کے ایک دو الفاظ پر مبنی تشریحی الفاظ ہوں یا وہ فقروں اور جملوں پر مشتمل ہوں،وہ متن کے خلاؤں کو پر کرنے اور واقعات کی صحیح اور درست تصویر فراہم کرتے ہیں۔ان کے متعدد جغرافیائی معلومات پر مبنی اضافات و زیادات بھی ایک آدھ فقرے میں بڑی معلومات دے جاتے ہیں۔ان اضافات و کمالات کی بنا پر شاہ صاحب کا فارسی ترجمہ خالص ترجمہ نہیں رہ جاتا بلکہ ایک طبع زاد رسالہ بن جاتا ہے۔یہ کمیت و کیفیت دونوں میں نور العیون سے بہتر رسالہ سیرت ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں سیرت النبی ﷺ کے باب کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے تقریبا سیرت النبی ﷺ کے تمام واقعات کو تاریخی و زمانی ترتیب کی رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایجاز واختصار سے بیان کیا ہے۔آپ نے واقعاتِ سیرت میں مضمر الٰہی حکمتوں کو منکشف کرنے میں فلسفیانہ استدلال اور صوفیانہ و حکیمانہ توجیہات اور تعبیرات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔وقائع سیرت سے کئی اہم منفرد و امتیازی نکات مستنبط کیے ہیں۔آپ نے کمالاتِ نبوی اور حقیقتِ محمدی کی اولیت سے متعلق بھی بحث کی ہے۔آپ کی سیرت نگاری سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نگاری کے معجزانہ پہلو کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے۔آپ کا فارسی ترجمہ "سرور المحزون فی ترجمۃ نور العیون" بھی فن سیرت نگاری میں ایک اہم اور گرانقدر اضافہ ہے۔الغرض شاہ ولی اللہؒ محض ایک محدث،فقیہ،مفسر اور فلسفی ہی نہ تھے بلکہ ایک عظیم سیرت نگار بھی تھے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License